# امامیہ کتبِ حدیث میں نقلِ حدیث کے طرق

سید علی رضا کاظمی[1]
aliraza7429@gmail.com

**کلیدی کلمات:** متعدد طرق، کتبِ اصحاب آئمہؑ، اصولِ اربعمائۃ، فہرست النجاشی، فہرست الطوسی

## خلاصہ

"طُرق" طریق کی جمع ہے جس کا معنی راستہ، وسیلہ یا ذریعہ ہے۔ لہٰذا نقلِ حدیث کے طرق سے مراد، وہ ذرائع، وسائل اور اسلوب ہیں جن کے ذریعے حدیث کو نقل کیا جاتا ہے۔ اس مقالہ میں شیعہ امامیہ کے ہاں حدیث کے نقل و بیان کے اُن وسائل، اسلوب اور ذرائع کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن کے ذریعے معصومین علیہم السلام کی احادیث آپ کے شیعوں تک پہنچی ہیں۔ مقالہ کے مطابق اصحاب ائمہ علیہم السلام نے ائمہ معصومین علیہم السلام سے بالواسطہ یا بلاواسطہ جو احادیث نقل کی ہیں، یہ نسل در نسل منتقل ہوتی ہوئی ایک ایسے دور تک پہنچتی ہیں جو کتب اربعہ کے مؤلفین کا دور کہلاتا ہے۔ یوں یہ احادیث اصلی مأخذ سے منتقل ہوئی ہیں۔

تاہم دیکھنا یہ ہے کہ آیا یہ احادیث شیعہ محدّثین تک ائمہ کے اصحاب سے متعدد طرق (مختلف راویوں اور مختلف کتب) کے ذریعے منتقل ہوئیں یا ان کا طریق واحد (فقط ایک ہی راوی اور ایک ہی کتاب) تھا؟ اس مقالے میں اس فرضیہ کو ثابت کیا گیا ہے کہ اصحابِ ائمہؑ کی کتب "متعدد طرق" ہی کے ذریعے بعد کے دور کے علماء و محدثین تک منتقل ہوئی ہیں۔ مقالہ نگار کے مطابق یہ احادیث اصحابِ ائمہؑ کے مکتوبات، "شہرت" اور "متعدد طرق" سے محدثین تک منتقل ہوئی ہیں۔ لیکن کتب اربعہ کی تدوین کے بعد ان اصحاب کی کتب کے "طرق" کافی حد تک کم ہوتے چلے گئے؛ یہاں تک کہ بالکل متروک ہوگئے اور یہ امر متأخر علماء کے لئے ایک اجتہادی موضوع میں تبدیل ہونا شروع ہوگیا۔

## تعارف

یہ بات نہایت واضح و روشن ہے کہ ایک کلام کو منتقل کرنے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ اسے اس کی لفظی اور ذہنی حالت سے نکال کر کتبی صورت میں ثبت و ضبط کیا جائے۔ بالخصوص اگر یہ کلام ایسی حدیث ہو جو اسلامی معاشرے میں اہم اور مقدّس مقام رکھتی ہے تو اس کا یوں ضبط اور زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ لیکن کسی حدیث کو اس کی لفظی اور ذہنی حالت سے مکتوب صورت میں لانے اور ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل کرنے کے لئے دو چیزوں کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ پہلی چیز، اس کلام یا حدیث کی "اصالت اور عینیت" ہے اور دوسری چیز، اس کی "صیانت اور حفاظت" ہے۔ احادیث کے لفظی اور ذہنی مرحلہ سے نکل کر کتبی مرحلہ تک پہنچنے کے لئے ناقل کے حافظے کا سالم ہونا بھی ضروری ہے۔ نیز حدیث کی کتابت کے مرحلہ پر اس کے الفاظ نہایت دقیق اور بعینہٖ الفاظ نقل ہونے چاہیں جو بیان ہوئے۔ کیونکہ "نقل بہ معنا" (الفاظ کی بجائے ان کا مفہوم و مطلب بیان کرنا) شفاہی طرزِ نقل سے کہیں کمتر ہے۔

شیعہ احادیث کا ایک امتیاز یہ ہے کہ روایاتِ معصومینؑ کو مکتوب صورت میں پیش کرنے کا طریقہ کار خود ائمہ معصومین علیہم السلام کے دور سے ہی رائج تھا۔ اور دوسری جانب ائمہ معصومین علیہم السلام نے خود تاکید فرمائی کہ ہماری احادیث کو لکھا کرو اور انہیں اپنی آئندہ نسل تک منتقل کرو۔ (1)

---

1۔ مذہبی سکالر و محقق (حوزہ علمیہ قم)

اس سلسلے کی ایک حدیث بطور نمونہ پیش کرتے ہیں تاکہ مطلب واضح ہو جائے۔امام صادق علیہ السلام، اپنے شاگرد مفضّل سے فرماتے ہیں:

''عِدَّةٌ مِنْ أَصْحَابِنَا، عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدٍ الْبَرْقِيِّ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَيْبَرِيِّ، عَنِ الْمُفَضَّلِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ لِي أَبُو عَبْدِ اللهِ عليه السلام: اُكْتُبْ، وَ بُثَّ عِلْمَكَ فِي إِخْوَانِكَ، فَإِنْ مِتَّ فَأَوْرِثْ كُتُبَكَ بَنِيكَ؛ فَإِنَّهُ يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانُ هَرْجٍ لَا يَأْنَسُونَ فِيهِ إِلَّا بِكُتُبِهِمْ'' (2)

یعنی: "۔۔۔لکھا کرو اور اپنے علم کو اپنے بھائیوں میں پھیلاؤ۔ پس جب تمہیں موت آئے تو اپنی کتب اپنی اولاد کو وراثت میں دے کر جاؤ کیونکہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ جب وہ اپنی کتابوں کے سوا کسی اور چیز سے مانوس نہ ہوں گے۔"

حضرت امام علیؑ نے پیغمبرِ گرامی اسلام ﷺ کے زمانے ہی میں اپنے دستِ مبارک سے احادیثِ نبویؐ کی تحریر وکتابت کا آغاز کیا۔ اور اس کے بعد یہ سلسلہ اصحاب و پیروان اہل بیت علیہم السلام میں، نسل در نسل قائم و دائم رہا ہے۔ مختلف تاریخی روایات کے مطابق، اصحابِ ائمہؑ مجلسِ تحدیث ہی میں روایات کو ثبت وضبط کرنے کے لئے آمادہ ہوتے رے تھے۔ بطور مثال، امام باقر اور امام صادق علیہما السلام کے جلیل القدر صحابی زرارہ جو احادیث، آئمہ معصومینؑ سے بلا واسطہ سنتے، تحریر کرلیا کرتے تھے اور ان کے پاس ہمیشہ تحریر وکتابت کے وسائل موجود ہوتے تھے۔ ایک دن امام صادقؑ سے نماز کے بارے میں سوال کیا تو اپنی الواح کو کھولا اور امامؑ کے جواب کو اس میں تحریر کیا۔۔۔ یہ تاریخی واقعہ جو ایک حدیثی خبر کی شکل میں بیان ہوا اصحاب ائمہؑ کی طرف سے ان کی روایات کے حفظ، ثبت وضبط اور حدیث کی کتابت کا فقط ایک عملی نمونہ تھا۔

ائمہ معصومینؑ بھی حدیث کی کتابت اور اس کو ثبت وضبط کرنے کی بہت تاکید کیا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ خود انہی کے زمان حیات کے ایک مختصر دور میں سینکڑوں حدیثی مکتوبات (اصول) مدوّن شکل میں معرض وجود میں آگئے اور بعض اوقات ان کے سامنے حدیثی نسخے مدوّن شکل میں پیش بھی کئے گئے، جس کی انہوں نے تائید بھی فرمائی (3) جو بعد میں ''اصول اربعمائۃ'' کے عنوان سے معروف ہوئے ہیں۔ (4)

## کتاب کے انتقال کے ''طریق'' کی تعریف

اسلامی علوم کی رو سے "طریق" کی اصطلاح، دو معانی میں استعمال ہوتی ہے:

**پہلا معنی** ''طریق'' کا پہلا معنی عبارت ہے:

''الوسائط المتّصله بین الراوی و المرویّ عنه و یعبّر عنه بالسند'' (5)

یعنی: "راوی اور مرویّ عنہ کے مابین متصل واسطے کہ جنہیں ''سند'' بھی کہا جاتا ہے۔ (6)

معمولاً طریق وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں ایک ہی روایت مختلف اسناد کے ساتھ نقل ہوئی ہو۔ اور ان میں سے ہر ایک سند کو جو بعض حصوں میں باہم مشترک ہوں، طریق کا نام دیا جاتا ہے۔ مثلاً ایک ہی روایت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ مختلف طرق سے نقل ہوئی ہے؛ جیسے ایک زرارہ کے طریق سے اور دوسرے محمد بن مسلم کے طریق سے۔

**دوسرا معنی**: ''طریق'' کا دوسرا معنی جو متقدمین کی اصطلاحات میں رائج تھا، وہ اس روش یا طریقۂ کار کو کہتے ہیں جو کوئی مؤلف اپنی کتاب کو لکھتے وقت اس کے اصلی ماخذ سے مطالب نقل کرتے وقت بروئے کار لاتا ہے۔ یعنی یہ بتاتا ہے کہ میں نے یہ کتاب فلاں شخص سے اس طرح اخذ کی ہے۔ مثلاً قدیم علماء و محدّثین جیسے شیخ صدوقؒ، شیخ طوسیؒ، و نجاشیؒ اپنی کتب حدیث میں روایات کے مجموعے کو جن راویان حدیث سے نقل کرتے ہیں ان تمام روایوں سے نقل کے ذریعے کو بھی نقل کرتے ہیں کہ میں نے یہ کتاب فلاں راوی سے اس کیفیت (طریق) سے نقل کی ہے اور اس طریق کو اپنی فہرست کی کتاب میں ایک دفعہ نقل کر دیتے ہیں پھر اس کے بعد وہ تمام روایات میں فقط اس آخری راوی کا نام نقل کرتے ہیں جس نے امامؑ سے بلا واسطہ احادیث کو نقل کیا ہے اور اس راوی کی روایات کا طریق اپنی ''فہرست'' (7) نامی کتاب میں یا ہر کتاب

کے آخر میں ایک مشیخہ (8) بنا کر ذکر کر دیتے ہیں تا کہ اس راوی کی تمام روایات جو اس کتاب میں نقل ہوئی ہیں اس طریق سے ہم تک پہنچی ہیں اور یہ طریقہ، نقل روایات میں ان علماء کی انتہائی دیانتداری، ایمانداری اور امانتداری کی نشاندہی کرتا ہے۔(9)

لہٰذا یہاں یہ جاننا بہت اہم ہے کہ اصول اربعہ مائۃ (۴۰۰ حدیثی مجموعے جن میں اصحابِ آئمہؑ نے بلاواسطہ امامِ معصوم کی احادیث کو تحریر کیا) آنے والی نسلوں تک کیسے پہنچے اور اس سلسلے کے راویوں کا کردار کیا رہا؟ اور ان کا ان مجموعوں کے انتقال کا "طریق" کیا رہا؟ یعنی ایک کتاب کے مولف سے لے کر وہ کتاب آئندہ نسلوں تک کیسے منتقل ہوئی؟ آیا متعدّد طرق سے نقل ہوئی ہے یا طریق واحد سے؟

اس سوال کے جواب میں یہ بات مدّ نظر رکھنی چاہیئے کہ کسی بھی کتاب کا اپنے مؤلف سے منسوب ہونا ضروری ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ، راویان حدیث کے ایک طبقے سے دوسرے طبقے تک حدیث کے منتقل ہونے میں جتنے بھی افراد اس کتاب کو نقل کر رہے ہیں وہ تمام کے تمام افراد اس کتاب کے نقل ہونے کے تمام مراحل میں بالواسطہ یا بلاواسطہ دخالت رکھتے ہیں اور اس کتاب کے علمی اور مستند ہونے کا دار و مدار اس بات پر موقوف ہے کہ ان افراد یا راویوں کی علمی و رجالی حیثیت کا اعتبار کتنا ہے اور آیا ہر زمانے کے راوی ایک ہی طبقہ میں سے شمار ہوتے ہیں یا نہیں۔

لہٰذا اپنے بعد کے تمام طبقات میں نقل ہوتے وقت اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ بعد کے طبقات میں تمام افراد موثّق ہیں تو تب وہ کتاب علمی حجّیت کا مقام حاصل کر سکے گی۔ لہٰذا قدیم علماء نے اس مسئلہ کا حل اپنے ہی زمانے میں تلاش کیا اور ایک روایت سے لے کر پوری کتاب کے نقل ہونے کے تمام مراحل کو یا تو اپنی کتاب "الفہرست" میں ذکر کر دیا یا پھر ہر کتاب کے آخر میں ایک "مشیخہ" تیار کر دیا جس میں ان کے تمام اساتید و مشائخ کا نام ذکر ہوا ہے۔

مثلاً اگر شخص الف کی کتاب کے زمانے میں فقط ایک ہی راوی نے اس شخص سے اجازۂ روایت اخذ کیا اور اس کتاب کو روایت کیا ہو اور اگر بالفرض اس بات کا احتمال ہو کہ وہ راوی الف کی کتاب میں تبدیلی لے آیا ہو اور غلطی سے یہ کتاب شخص 'ب' سے منسوب کر ڈالی ہو اور 'الف' کی تمام روایات کو 'ب' کے نام پر نقل کر دیا ہو تو الف کی کتاب کی اصالت ہمیشہ مشکوک رہے گی۔ کیونکہ اب اس صورت میں یہ پوری کتاب "خبرِ واحد" کے حکم میں چلی جائے گی اور اس کی سنخ میں شامل ہو جائے گی۔

البتہ اگر انہی شرائط کے ساتھ الف کی کتاب کو نقل کرنے والے افراد کی تعداد تین ہو جائے یعنی تین افراد کو 'الف' نے اجازۂ روایت دیا ہو تو آئندہ نسلوں میں اس کتاب کے تین نسخے (الف۔۱، الف۔۲، الف۔۳) موجود ہوں گے۔۔ اور ان تین نسخوں کے آپس میں موازنہ سے ان میں جو مشترکات سامنے آئیں گے تو ان سے اس کتاب کے مطالب کی اصالت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکے گا اور اس ذریعہ سے اس کتاب کو اس کے مولف سے نہایت آسانی سے منسوب بھی کیا جا سکے گا۔

البتہ بعض محقّقین کا خیال ہے کہ اصحابِ ائمہؑ کی کتب حکومتی دباؤ اور تقیہ جیسی مختلف سیاسی وجوہات کی بناء پر طریق واحد کے ذریعے بعد کے طبقات تک اور اسی طرح کتب اربعہ کے مولفین تک پہنچی ہیں۔(10) اس کے مقابل میں بعض علماء کا نظریہ ہے کہ اصولِ اصحاب کی شہرت اور ان کا اپنے زمانے میں رائج ہونا، اس بات کی دلیل ہے کہ جس میں ان کے طریق کے واحد یا متعدّد ہونے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔(11)

## نظریہ "تعدّد طرق" متقدّمین کی نظر میں

شیخ صدوقؒ اپنی کتاب 'من لا یحضرہ الفقیہ' کے مقدمے میں اپنی کتاب کی تمام روایات کو استخراج کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ مجموعہ روایات ان مشہور و معروف کتب سے اخذ کی گئی ہیں جو ہمارے نزدیک قابل اعتماد ہیں "جَمِيعُ مَا فِيهِ مُسْتَخْرَجٌ مِنْ كُتُبٍ مَشْهُورَةٍ عَلَيْهَا الْمُعَوَّلُ وَإِلَيْهَا الْمَرْجِعُ"(12) اس بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ شیخ صدوقؒ اپنی کتاب کے مقدمے کے آخر میں، ان کتب تک رسائی کے

طرق کا تعارف بھی کرواتے ہیں تاکہ ان کا مخاطب کتاب سے متعلق فہرست میں یا اس کتاب کے آخر میں پیش کیے گئے ''مشیخہ'' سے رجوع کے ذریعے ان کے اسانید و مشائخ تک بآسانی رسائی حاصل کر لے۔

سید مرتضٰی بھی اس بات کا ادّعا کرتے ہیں کہ ہماری تمام (بالجملہ) روایات کو خبر واحد سمجھنا درست نہیں ہے اور یہ روایات و اخبار جو اصحابِ ائمہؑ سے مکتوب صورت میں ہم تک پہنچی ہیں، سراسر متواتر ہیں۔(13)

شیخ طوسیؒ اپنی دو عظیم کتب (تہذیب اور الاستبصار) میں احادیث کو سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں اور اختصار کی غرض سے اسناد کی تلخیص کرتے ہیں اور اس اختصار کے سبب یہ معلّق روایات رفع کرنے کے لئے انہوں نے اپنی کتاب کے آخر میں ان کے تمام ماخذ کا ذکر ''مشیخہ'' میں نقل کر دیا ہے جس سے اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ تمام روایات اصول اور کتب اصحابِ ائمہؑ ہی کا مجموعہ ہیں۔اور ان میں سے بعض اصولِ اصحاب کے طرق متعدّد یا مشہور ہونے کا اعتراف بھی کیا ہے۔اور بعض دفعہ انہی کتب میں سے بعض اصحاب کی کتب کی شہرت کا تذکرہ بھی کیا ہے۔(14)

معروف ترین شیعہ رجالی اور متخصّص، احمد بن علی نجاشی نے تو اپنی مشہور ترین کتاب کی اساس بھی اسی مسئلہ پر رکھی ہے کہ جس میں وہ شیعہ مؤلفین کی فہرست اور ان کی مجموعہ تالیفات کا تذکرہ کرتے ہیں کہ جہاں نہ صرف وہ افراد کے نام اور ان کی تألیفات پر اکتفاء کرتے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر، شیخ تک ان شخصیات کا سلسلہ اِسناد یا ان کتب تک رسائی کے مشہور طرق بھی ذکر کرتے ہیں۔البتہ وہ اپنے مقدمے میں صراحت سے لکھتے ہیں کہ میں نے کتاب کی طوالت سے بچنے کی غرض سے جو احادیث مختلف طرق سے مجھ تک پہنچی ہیں ان تمام طرق کا ذکر نہیں کیا: ''ذکرت لرجل طریقا واحدا حتی لا یکثر (تکثر) الطرق فیخرج عن الغرض.'' (15)

## نقلِ احادیث کی کثرتِ طرق کی عبارات

متقدمین کی کتب میں متعدد طرق سے نقل کے طریقہ کار کو انہی کی ہ کتب کی عبارات سے اخذ کیا جائے اور ان کا خلاصہ ایسی عبارت میں پیش کیا جائے جس سے بخوبی یہ اندازہ لگایا جائے کہ ائمہؑ کی تمام روایات متعدد طرق ہی سے ہم تک پہنچی ہیں۔ نجاشیؒ نے اپنی کتاب رجال کے مختلف حصوں میں مختلف انداز میں ان عبارتوں کو بیان کیا ہے۔ اب ہر ایک عبارت جو کتب حدیث کو نقل کرنے کی کثرت و تعدد طرق پر دلالت کرتی ہے، اسے بطور نمونہ ذکر نیز بعینہٖ اس عبارت کا تکرار کی تعداد بھی ذکر کرتے ہیں۔ ان نمونوں میں اصحابِ آئمہؑ کی کتب میں کثرت طرق کافی حد تک نمایاں ہے:

1. سلیمان بن صالح الجصاص؛ روی عن أبی عبد الله علیه السلام، کوفی، ثقة، له کتاب یرویه عنه الحسین بن هاشم. أخبرنا الحسین بن عبید الله قال: حدثنا أحمد بن جعفر قال: حدثنا حمید بن زیاد عن الحسن بن محمد بن سماعه قال: حدثنا الحسین بن هاشم عن سلیمان بن صالح بکتابه۔(16)

2. السندی بن الربیع البغدادی. له کتاب. رویناه بالإسناد الأوّل، عن ابن بطّة، عن الصفّار، عنه. (17)

یا شیخ نجاشیؒ نے اپنی معروف رجالی کتاب میں بعض ایسی اصطلاحات استعمال کی ہیں جو ایک ہی کتاب کے متعدّد طرق کی نشاندہی کرتی ہیں۔مثلاً : یرویه جماعة، جیسی اِصطلاح کو ۶۷ بار استعمال کیا ہے۔(18)؛ یرویه عنه جماعة، ۳۸ بار، (19)، یرویه عدة من أصحابنا، ۲۶ بار، (20) رواه عنه جماعة، ۸ بار، (21)، یرویه عدة، ۷ بار (22)، المعروفة، ۲ بار (23)

اس مختصر مقالہ میں اس مسئلے کو علمی طور پر مختلف قرائن و شواہد سے ثابت کیا گیا ہے کہ متقدمین شیعہ علماء و محدثین اپنی اکثر کتب کو اصحابِ ائمہؑ سے متعدّد طرق سے ہی نقل کرتے ہیں۔ جیسا کہ نجاشیؒ اور شیخ طوسیؒ متعدّد مقامات پر اسے صراحت سے بیان کرتے ہیں۔

*****

# حوالہ جات

1 ۔ شیعہ کتب حدیث میں کئی ابواب میں اس نکتہ پر تاکید کی گئی ہے۔ بعنوان مثال دیکھیے: الکافی ج۱، ص۵۱: باب روایۃ الکتب والحدیث و فضل الکتابۃ؛مشکاۃ الانوار فی غررالاخبار، ص۱۴۲: الفصل التاسع فی الحث علی الکتابۃ ومایلیق بہ۔

2۔ کلینی، شیخ محمد بن یعقوب، الکافی (ط-دارالحدیث)، ج1، ص: 130-129)، محقق/مصحح: دارالحدیث، ناشر: دارالحدیث، قم، سال چاپ: ق 1429، نوبت چاپ: اول۔

3۔ ر۔ک((عرضہ حدیث بر امامان)): (قسمت اوّل)، ص۳۸ تا آخر مقالہ۔

4۔ اگر صحیح تر عبارت کو مدّ نظر رکھا جائے تو، کتب اربعہ کے اصلی ماخذ یہی اصول و مولفات اصحاب آئمہ ہی ہیں کہ جو اصولی طور پر ۴۰۰ کی تعداد کے قریب قریب ہے۔

5۔ بحرالعلوم، سید مہدی، الفوائد الرجالیہ؛ ج۳، ص۲۲۷، تہران: مکتبۃ الصادق، ۱۴۰۵ق۔

6۔ علی القاری، نزہۃ النظر فی شرح نخبۃ الفکر، ص۱۵۷، بیروت: شرکۃ دارالارقم بن ابی ارقم۔

7۔ فہرست سے مراد وہ مجموعی کتب ہے جس میں ہر مولف کا نام اس کی کتاب کے ساتھ ذکر ہوتا ہے۔ اور اس میں اس مولف کا تعارف اور اس کی تمام کتب کا تذکرہ بھی موجود ہوتا ہے۔

8۔ مشیخہ ان اسناد کی فہرست کو کہا جاتا ہے جس میں سند سے مشائخ تک کا واسطہ (وہ افراد جن سے وہ مولف روایت کر رہا ہے) یا وہ کتب کہ جن سے یہ روایت نقل ہوئی ہے، ان اسانید کو مشائخ کہا جاتا ہے۔

9۔ شادی نفیسی، درایۃ الحدیث، ص۱۴، تہران: سمت، ۱۳۸۸ش۔

10۔ خوئی، سید ابوالقاسم، معجم رجال الحدیث و تفصیل طبقات الرواۃ، ص۲۲۔ ۲۴ ج، قم: مرکز نشر آثار شیعہ، ۱۴۱۰ق۔

11۔ شیخ بہائی، محمد بن حسین عاملی، مشرق الشمسین، ص۲۶؛ الوافی، ج۱، ص۲۲، مشہد: مجمع البحوث الاسلامیہ، ۱۴۱۴ق۔

12۔ صدوقؒ، محمد بن علی، من لایحضرہ الفقیہ، ج1، ص: 3، قم: دفتر انتشارات اسلامی، ۱۴۱۳ق۔

13۔ علم الھدیٰ، سید مرتضیٰ علی بن حسین موسوی، رسائل الشریف المرتضیٰ، ج۱ ص۲۶۔، قم: دارالقرآن الکریم، اول، ۱۴۰۵ق۔

14۔ بطور مثال، ر۔ک: تھذیب الاحکام، ج۴، ص۱۶۹۔

15۔ نجاشی، احمد بن علی، رجال النجاشی، ص: 3 ناشر: مؤسسۃ النشر الاسلامی التابعہ لجامعہ المدرسین بقم المشرفہ
چاپ: قم، سال چاپ: 1365 ش۔ نوبت چاپ: ششم۔

16۔ ایضاً، ص: 184

17۔ شیخ طوسیؒ، فہرست کتب الشیعۃ واصولہم واسماء المصنّفین واصحاب الاصول (للطوسی) (ط-الحدیثۃ)، النص، ص: 229، ط-الحدیثہ، ناشر: ستارہ، چاپ: قم سال چاپ: 1420 ق، نوبت چاپ: اول۔

18۔ ایضاً، ص، ۴۳

19۔ ایضاً، ص۲۰۔

20۔ رجال النجاشی، ص۲۷، ناشر: مؤسسۃ النشر الاسلامی التابعہ لجامعہ المدرسین بقم المشرفہ
چاپ: قم، سال چاپ: 1365 ش۔ نوبت چاپ: ششم۔

21۔ ایضاً، ص۲۷۔

22۔ ایضاً، ص۱۰۸۔

23۔ ایضاً، ص۱۰۱۔